

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

سماوا نصیر اللہ سلطانی

سفر

# مُحَارِب



از قلم سماوا نصر اللہ سلطانی

All Rights Reserved

**Copyright:** Samawa Nasrullah Sultani (Author)

**Published by:** Safar-e-Adab

**Published On:** safareadab.com

---

To get published with us, contact us via email or website:

[safareadab.com](https://safareadab.com)

[khanumaira@safareadab.com](mailto:khanumaira@safareadab.com)

[adab@safareadab.com](mailto:adab@safareadab.com)

---

**Note:** We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

## ضروری بات

مُحارب کے تمام جملہ حقوق لکھاری "سماوانصر اللہ سلطانی" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

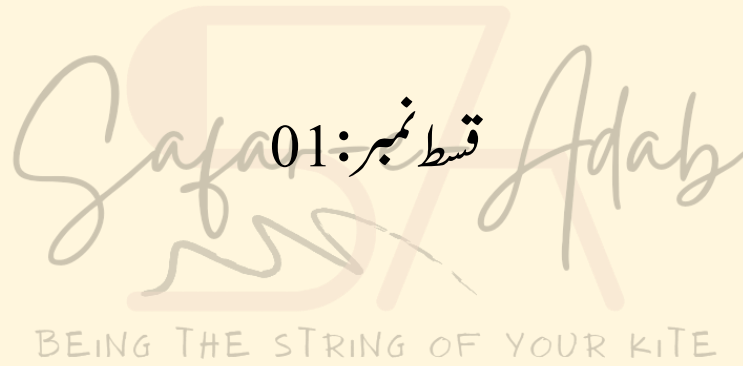






## مُحَارِب

وہ جو ہیں فتح کے آرزوکار، ثابت قدم رہتے ہیں ہر راہ پر  
ان کے چہروں پر ہوتی ہے ہمیشہ کامیابی کی چمک  
مصیبتوں کے قہقہوں سے ہیں وہ بے خوف  
کہ سناتی ہے زمین بھی ان کی داستانِ زیست  
راستوں کی رکاوٹوں سے ڈرتے نہیں وہ  
چلتے رہتے ہیں وہ راہوں پر، بنار کے  
نہ مایوس ہوتے ہیں مشکلات کے سامنے،  
بلکہ ان کی ہمت اور عزم بڑھتے ہیں  
بہادری کی پہچان ہیں وہ، جو ہنستے ہیں درد میں بھی  
مصائب کی دھوپ میں بھی بنتے ہیں جو سائے کا سامان  
کامیابی کی منزلوں تک راستوں کو چلتے رہتے ہیں  
کہ سناتا ہے آفتاب بھی ان کی داستانِ زیست  
یہ ہیں وہ جو جدوجہد کرتے ہیں کامیابی کی  
کبھی نہ ہارنے والے، جیت کے طلبگار  
زبان پر ان کی ہوتا ہے، آگے بڑھو!  
یہ ان کی ہے کہانی جو ہمت اور امید کے ہیں ساتھی



کہتے ہیں باہر کا موسم کتنا ہی خوشگوار کیوں نہ ہو جب تک اندر خزاں رہے گا باہر کی بہار کبھی دل کش نہیں لگتی۔ کچھ یہی حال برلن کے کیفے میں مرد و عورت کے ہجوم میں بیٹھے اس لڑکے کا تھا۔

برلن میں آج کل موسم سرما اپنے جھو بن پر تھا۔ لوگ موسم انجوائے کرنے صبح سویرے ہی گھروں سے نکل پڑے تھے۔ وہاں ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔ کالے، گورے، سانولے۔۔۔

اتنے خوشگوار موسم کے باوجود اس کا چہرہ بجھا ہوا تھا۔ وہ بے حد کنفیوز لگتا تھا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“ اس کے سامنے بیٹھی لڑکی نے اپنی پر اعتماد آنکھیں اس پر جمائے انگریزی میں پوچھا۔ جبکہ وہ لڑکا عینک کے پار اپنی کنفیوز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں نقوش سے جرمن نہیں لگتے تھے۔

”عماد احمد اصفہانی۔۔۔“ اس نے خشک ہوتی زبان سے بامشکل الفاظ ادا کیے۔

”عماد احمد اصفہانی۔۔۔ کافی لمبا نام ہے۔ خیر! تو مسٹر عماد۔۔۔ جرمنی کیسے آئے؟“ اس لڑکی کے چہرے پر ڈھیروں میک اپ کے سوا کوئی تاثر نہ تھا جبکہ اس لڑکے کے صاف شفاف چہرے پر گھبراہٹ ہی گھبراہٹ تھی۔

”میرے چچا۔۔۔ یہاں۔۔۔ جرمنی میں۔۔۔ ورک ویزے پر آئے تھے۔ مجھے بھی۔۔۔ انہوں نے۔۔۔“ الفاظ جیسے حلق میں اٹک گئے تھے۔ لڑکی نے بات کاٹی۔

”میں سمجھ گئی۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کس کام کے لیے آئے تھے؟“

BEING THE KING OF YOUR LIFE

”کمرشل ڈرائیور کے طور پر۔۔۔ لیکن۔۔۔“ ایک بار پھر بات کاٹی گئی۔

”ہاں مجھے پتا ہے۔ تم کمپیوٹرز میں اچھے ہو اور اسی فیلڈ میں کوئی جاب چاہتے ہو۔ میں نے سی وی پڑھی تھی تمہاری۔“ وہ پیچھے کو ہو کر بیٹھی۔

”تو۔۔۔ پھر آپ نے۔۔۔“ اس لڑکی نے ایک بار پھر اس کے لیے زندگی آسان کر دی۔

”پھر بھی ملاقات ضروری تھی۔ میں فیس ٹوفیس بات کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اس کے علاوہ کیا آتا ہے تمہیں؟“ وہ سوال پر سوال کرتی جا رہی تھی۔

”اداکاری۔۔۔“

لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں اور پھر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

اس لڑکے نے مارے شرمندگی کے سر جھکا لیا۔  
ابھی وہ کچھ کہنے لگی تھی جب موبائل کی گھنٹی بجی۔  
”ویٹ کرو میں ابھی آئی۔“  
وہ موبائل پر جرمین بولتی اس کی آنکھوں سے او جھل ہوتی گئی۔



وہ اس چھوٹی سی بلڈنگ کی بڑی سی راہداری پر چل رہا تھا۔ اس نے سفید جینز پر سفید ٹرٹل نیک شرٹ پہن رکھی تھی۔  
گھٹنوں تک آتا لیڈر کا سیاہ کوٹ اس کو ٹھنڈ کی شدت سے بچا رہا تھا۔ وہ بھاری سیاہ ملٹری بوٹوں سے قدم قدم چلتا جا رہا تھا یہاں تک کہ راہداری ختم ہوئی اور سامنے ایک کمرہ آیا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سوٹ کیس تھا۔  
وہ اندر داخل ہوا۔ سامنے سربراہی کرسی پر ایک حبشی مرد بیٹھا تھا۔  
”آہا، آؤ اصفہانی، آؤ تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔“ وہ حبشی مرد خوش نظر آتا تھا۔ وہ دراز قد لڑکا اس حبشی کی ٹیبل تک آیا اور دائیں طرف رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے وہ چھوٹا سا سوٹ کیس ٹیبل پر تقریباً پھینکا تھا۔  
”تم میرا نہیں اس کا انتظار کر رہے تھے۔“ حبشی مرد نے سوٹ کیس پکڑ لیا۔  
”کیسے لیا؟“ وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔ اس لڑکے نے سیاہ گلاسز اتار کر ٹیبل پر رکھیں۔ اس کی آنکھیں آزاد ہوئیں۔  
خالص شہد رنگ آنکھیں! وہ اس کے سوال پر مسکرایا۔ اس کی نگاہوں میں ایک سنہری رغبت تھی جیسے آفتاب کے اجالے میں شہد چمک رہا ہوں۔ دیکھتے ہی دیکھتے منظر بدلے۔  
یہ وہی پہلے والا منظر تھا۔ ریستوران میں بیٹھا وہ گھبراہٹ کا لڑکا اور اس سے سوال کرتی وہ لڑکی۔



جیسے ہی وہ لڑکی فون سننے لگی اس لڑکے نے تیزی سے گردن دائیں بائیں موڑ کر دیکھا۔ سب مصروف تھے۔ اس نے میز پر پڑا لڑکی کا بیگ کھولا اور کچھ ڈھونڈنے لگا۔ اسے مطلوبہ چیز مل چکی تھی۔ اس نے ہاتھ باہر کھینچا۔ وہ ایک چھوٹی سی سفید رنگ کی فلیش ڈرائیو تھی۔

اس نے فلیش ڈرائیو مٹھی میں دبائی، اپنا بیگ کندھے پر ڈالا اور سب پر اچھتی نظر ڈالتا تیز تیز چلنے لگا۔ وہ واشروم ایریا میں آیا، بیگ سے لیپ ٹاپ نکالا اور فلیش ڈرائیو اس میں لگائی۔ کی بورڈ پر تیزی سے بٹن دبائے۔ ”شٹ!“ فلیش ڈرائیو کرپٹڈ تھی۔

وہ لڑکی واپس آئی تو دیکھا وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ حیران ہوئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کہاں چلایا گیا وہ؟ وہ ٹھٹھکی۔ تیزی سے اپنی میز کی طرف مڑی اور بیگ چیک کیا۔

”ڈیم اٹ!“ اس کی مطلوبہ شے غائب تھی۔ اس نے جلدی سے موبائل اٹھایا اور کسی کو کال ملانے لگی۔

”جیم یہ کرپٹڈ ہے۔“ دوسری جانب اس لڑکے نے کان پر انگلی رکھے سرگوشی میں کہا۔

(مجھے پتا ہے۔ تم ذرا آگے کو ہو کر بیٹھو۔ تمہاری گلاسز پورے لیپ ٹاپ کو نہیں دکھا رہیں۔)

کان میں لگے آلے سے کوئی اسے ہدایتیں دے رہا تھا۔

”جلدی کرو۔۔۔ جلدی!“ وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

(اوکے۔ اب جیسا میں کہتا ہوں ویسا کرتے جاؤ۔)

”بولنا شروع کرو!“ اس نے عجلت میں کہا اور کی بورڈ پر بٹن دبانے لگا۔

وہ لڑکی اب اپنی ٹیبل پر بیٹھی مسلسل کسی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

فائل ڈی کرپٹ ہو چکی تھی۔ اب فائل ٹرانسفر ہونے کا مرحلہ شروع ہو چکا تھا۔

دس فیصد۔۔۔

وہ لڑکی مسلسل کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ رہی تھی۔

بیس فیصد۔۔۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

تیس فیصد۔۔۔

دوسیاہ گاڑیاں ریسٹوارن کے باہر کی تھیں۔ انتظار ختم ہوا۔

چالیس فیصد۔۔۔

ان گاڑیوں میں سے تقریباً دس بارہ آدمی نکلے تھے۔

ساٹھ فیصد۔۔۔

وہ لڑکی ان کے پاس پہنچی۔

”فلش ڈرائیو میں جی پی ایس ٹریکر لگا ہے۔ وہ یہی ہے۔“ اس لڑکی نے کہا۔

ستر فیصد۔۔۔

وہ مرد پورے ریسٹوارن میں پھیل گئے۔

اسی فیصد۔۔۔

وہ واشروم ایئریمیں ایک ایک جگہ چیک کر رہے تھے۔

نوے فیصد۔۔۔

آخری واشروم کا دروازہ کھولا اور۔۔۔ وہ بھی خالی تھا۔

وہ ان کے آنے سے پہلے ہی نکل چکا تھا۔ اس نے ہڈیوں پر گرا لیا اور بے حد احتیاط سے ان کے درمیان سے نکل آیا۔  
”اے۔۔۔ رُکو!“ ان میں سے ایک نے اس کی پشت سے آواز دی۔ وہ نہیں مڑا۔ اس مرد نے دو تین بار اسے پکارا مگر

وہ اپنی دھن میں چلتا گیا۔ وہ لڑکی ان تک آئی۔ اس نے لڑکے کی پشت دیکھی۔

”یہی ہے!“ اور وہ مرد پاگلوں کی طرح اس کی طرف لپکے۔

(اونو! بھاگ! عمار! بھاگ!)

آلے سے چنگھاڑتی ہوئی آواز آئی تھی۔ اور وہ جتنی تیزی سے دوڑ سکتا تھا دوڑا۔ وہ کیفے کے پچھلی طرف آیا۔ وہاں  
ایک سکوٹر کھڑا تھا۔ اس نے آؤدیکھانہ تاؤ وہ اس سکوٹر پر بیٹھا اور اسے اڑالے گیا۔ جیسے ہی وہ سڑک پر نکلا وہ سیاہ  
گاڑیاں بھی اس کے پیچھے تعاقب میں آرہی تھیں۔

”جیم یہاں چھپنے کے لیے کوئی جگہ ہے؟“

(میں دیکھ رہا ہوں۔۔۔ ہاں!۔۔۔ آگے ایک موڑ ہے دائیں طرف ایک پرانی بلڈنگ ہے وہاں چھپ جاؤ!) اور وہ اس کی ہدایتوں پر عمل کرتا ہوا اس بلڈنگ میں گھس گیا۔ وہ سیاہ گاڑیاں بھی اس بلڈنگ کے باہر رکیں۔ انہیں وہ سکوتر نظر آیا جس پر وہ سوار تھا۔ وہ سب گاڑی سے نکلے۔ انہوں نے اپنا اسلحہ لوڈ کیا اور محتاط سے اندر داخل ہوئے۔

اس بلڈنگ میں شاید کنسٹرکشن کا کام آدھا روک دیا گیا تھا یا پھر وہ کوئی گودام کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ وہ سب منتشر ہو گئے۔

وہ محتاط سے ہاتھ میں اسلحہ لیے ادھر ادھر سے ڈھونڈ رہے تھے۔ اچانک ایک آدمی کی نظر اُس کا لے ہڈ پر پڑی جو ایک کیل پر لٹک رہا تھا۔ اس نے قدم اس طرف بڑھائے۔ اسے کسی چیز کے ٹھونکنے کی آواز آئی۔ وہ تیزی سے حرکت میں آیا مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرنا جانے کہاں سے وہ لڑکا نمودار ہوا اور اس کی گردن میں کچھ پیوست کیا۔ اس آدمی کی گردن سے بھل بھل خون بہنے لگا۔ ایک ہاتھ گردن پر رکھے دوسرے میں اسلحہ لیے وہ کراہتا ہوا اس کی طرف بڑھا مگر اس لڑکے نے اس کے ہاتھ سے ریو اور کھینچا اور اس کے ماتھے کے عین وسط میں گولی پیوست کر دی۔ وہ آدمی زمین پر گر گیا۔

ان دونوں سے کچھ فاصلے پر ان تین مردوں کو گولی چلنے کی آواز آئی تو آواز کے تعاقب میں بھاگے۔

اسے قدموں کی آواز آئی تو وہ دیوار سے لگ کر چوکنا سا کھڑا ہو گیا۔ جیسے جیسے قدموں کی آواز قریب آتی جا رہی تھی اس کے ماتھے کی لکیروں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ ایک دم دیوار سے ہٹ کر ان کے سامنے آیا اور نہایت پھرتی سے تین بار ٹریگر دبایا اور ان تینوں کے سر بھی باری باری اڑا دیے۔

اس کے دونوں ہاتھ ریو اور پر مضبوطی سے جمے تھے۔ عقابی نظریں سامنے ٹکی تھیں۔ وہ قدم کے آگے قدم رکھتا بے حد احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا جب اسے اپنے پیچھے سے آواز آئی۔ وہ تیزی سے مگر چوکنا سا مڑا۔

ایک قوی مرد عیاں ہوا۔ اس کے ہاتھ میں لمبی سی بندوق تھی۔ جیسے ہی مرد کی نظر اس لڑکے پر پڑی اس نے بندوق کی نال اس کی طرف کی مگر اس لڑکے نے بڑی مہارت سے اس کی بندوق کا رخ دوسری جانب کیا اور اس کے سر میں گولی ماری۔

اب وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کی نظر ان چار مردوں پر پڑی جو چونکنا سے یہاں وہاں گھوم رہے تھے۔ اس نے دیوار کے پار سے نشانہ لیا اور مزید دوسرا ڈاڑیے۔ باقی دو بھاگتے ہوئے اس کی طرف آئے مگر وہ غائب ہو چکا تھا۔ انہوں نے گردن یہاں وہاں گھما کر دیکھا۔

وہ چپکے سے ان کے پیچھے آیا اور ان کو بھی جہنم واصل کر دیا۔ ایک اور مرد بھاگتا ہوا اس کے سامنے آیا۔ اس لڑکے نے ٹریگر دبایا لیکن گولیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اس کے سامنے کھڑے اس فرہم آدمی نے گولی چلائی مگر وہ بجلی کی سی تیزی سے نیچے ہوا۔ گولی دیوار پر لگی۔ وہ آدمی ایک بار پھر گولی چلاتا مگر اس لڑکے نے پوری قوت سے اپنا بھاری بوٹوں والا پیر گھما کر اس کے بازو پر مارا۔

اس آدمی کے ہاتھ سے پستول گر گیا۔ اس لڑکے نے اس آدمی کے جڑے پر ایک ساتھ کئی گھونسنے رسید کیے۔ وہ نڈھال سازمین پر گرا۔ اس نے گری ہوئی پستول پکڑی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ بلڈنگ سے باہر آیا تو گاڑی کے پاس دو آدمی کھڑے تھے۔ اس نے لمحے کے ہزاروں حصے میں ایک کے سر پر اور دوسرے کے کندھے پر گولی ماری۔ جس کے کندھے پر گولی لگی تھی وہ کار کی پچھلی سیٹ پر گر گیا کیوں کہ دروازہ کھلا تھا۔

وہ لڑکا بھاگتا ہوا کار تک آیا۔ اپنا سرکار سے اندر کیا اور اُس کراہتے ہوئے آدمی پر جھکا۔

”Who is your boss?” اس نے تیزی سے پوچھا۔ وہ آدمی کچھ نہ بولا۔ اس لڑکے کو غصہ آیا۔ اس نے اس آدمی کا کندھا زور سے دبایا جہاں گولی لگی تھی۔

”Who is your boss?” اب کہ اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے دوبارہ سے پوچھا۔

”The... The... Manager!”

وہ آدمی کراہتے ہوئے بولا۔ اور پھر اگلے چند منٹوں بعد وہ غائب ہو چکا تھا۔





وہ ہاتھ میں ٹوٹی عینک لیے تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”اتنا سوگ تم نے کبھی اپنے بریک اپ پر نہیں کیا جتنا تم اس عینک کے ٹوٹنے پر کر رہے ہو۔“

وہ دونوں اپارٹمنٹ کے کمرے میں موجود تھے۔ جیم کھڑکی کے سامنے پڑی چھوٹی سی ٹیبل کے گرد لگی دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا عینک کو دیکھ رہا تھا۔ اور وہ ہاتھ میں مگ پکڑے کھڑکی کے پاس کھڑا اس کے پار نظر آتے برلن کے خوبصورت شہر کو دیکھ رہا تھا۔

وہ اس کیفے میں بیٹھے اس لڑکے سے بے حد مختلف لگ رہا تھا۔ اس نے جیم کو مسلسل عینک کو گھورتے پایا تو بولا۔

”میرا کبھی کوئی بریک اپ نہیں ہوا۔ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔“ جیم ناراضی سے بولا۔

”اوہ ریلی؟ تو پھر یہ ایکی جو نزکون ہے؟“ اس کا انداز تشویشی تھا۔

”وہ صرف میری گیم پارٹنر ہے!“ جیم نے بتایا۔

”دیکھتے ہیں۔۔۔“ عماد نے کندھے اچکائے۔

”مفت کا دوست ملا ہوا ہے تمہیں اس لیے قدر نہیں کرتے تم۔ اگر کوئی کمپیوٹر ایکسپرٹ ہائیر کرنا پڑے تو لگ پتا جائے تمہیں۔“ جیم اب بھی ناراض لگتا تھا۔

”ہاں تو اس میں کیا ہے؟ کرلوں گا ہائیر! اتنا بینک بیلنس ہے میرے پاس کہ ساری عمر کے لیے ایک کمپیوٹر ایکسپرٹ ہائیر کر سکتا ہوں۔“ اس نے کافی کا گھونٹ بھرا۔

”میری بدولت ہی بنا ہے تمہارا اتنا بینک بیلنس۔“ جیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ عماد نے تیزی سے گردن موڑی۔ اس نے بھنویں اکھٹی کیے اس کو دیکھا۔

”ذرا وضاحت دو گے!“ اس کا انداز چیلنجنگ تھا۔

”اس کی لوکیشن پتا کرو جیم!، اس کی ٹریکنگ آئی ڈی نکالو، جیم!، اس کا بائیو ڈیٹا دو، جیم!، فائل ان کرپٹ کرو، جیم!۔۔“ وہ ہاتھ جھلا جھلا کر بول رہا تھا۔

”فضول مت بکو، جیم!“ وہ بھی اسی کے انداز میں گویا ہوا۔ جیم منہ میں کچھ بڑبڑاتا کچن کی جانب چلا گیا۔



منظر تحلیل ہوا۔ وہ حال میں آچکا تھا۔ شہد رنگ آنکھیں چمک رہی تھیں۔

”تم واقع ہی کمال ہو!“ اس حبشی مرد نے اسے سراہا۔

”جانتا ہوں!“ اب اس حبشی مرد نے سوٹ کیس کھولا۔ وہ اس فائل کے صفحات کو آگے کرتا گیا۔

”یہ تو آدھی معلومات ہیں۔ باقی کی کہاں ہیں؟“ اس حبشی مرد نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔ عماد آگے کو ہو کر بیٹھا اور اس کی سیاہ آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں گاڑیں۔

”تمہیں میں اتنا ہی قوف لگتا ہوں؟“ حبشی مرد کے آبرو نا سمجھی سے سکڑے۔ عماد پیچھے کو ہو کر بیٹھا اور بھاری بوٹوں میں مقید پیر لمبے کیے۔

”پہلے پیسے!“ اس نے بے نیازی سے کہا۔ حبشی مرد کے چہرے پر ناگواری ابھری۔

”تمہارے اور میرے درمیان یہ طے ہوا تھا کہ تم مجھے معلومات لا کر دو گے اور اس کے بدلے تمہیں پیسے ملیں گے۔“ اس نے ضبط سے کہا۔

”یہ تو تم نے طے کیا تھا نا!“ اس نے کندھے اچکائے۔ اس حبشی کے اعصاب تن گئے۔

”ٹھیک ہے پیسے مل جائیں گے۔ اب باقی کی معلومات دو۔۔۔“ عماد ہنسا۔

"تم اب بھی مجھے بیوقوف ہی سمجھتے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا پھر سنجیدہ ہوا اور آگے کو ہو کر بیٹھا۔ "یا تم خود ایک بہت بڑے بیوقوف ہو۔" وہ کھڑا ہوا۔

"جب میرے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر ہو جائیں گے تمہیں تمہاری چیز مل جائے گی۔" اس نے لیڈر کا کوٹ درست کرتے ہوئے کہا۔

"تم اچھا نہیں کر رہے، اصفہانی!" اس کے انداز میں دھمکی تھی۔ عماد نے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے اور اس کی طرف جھکا۔

"مجھ سے۔۔۔ امید بھی۔۔۔ مت رکھنا!" اس نے اسکی آنکھوں پر اپنی سنجیدہ نظریں ٹکائے ایک ایک لفظ نہایت سرد مہری سے ادا کیا۔

"Buddy, Have a nice day!" اس کا سیاہ گال تھپکائے کہا۔ پھر سیدھا ہوا، سیاہ گلا سبز لگائیں اور کمرے سے نکل گیا۔



سن 2007:

یہ ایک کشادہ سے کمرے کا منظر تھا۔ ایک دہلی پتلی سی عورت صوفے پر براجمان تھی۔ وہ موبائل پر بدستور مصروف تھی کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اس نے چہرہ موڑ کر دیکھا تو مسکرا نے لگی۔ ایک دس سالہ بچہ دروازے کے ساتھ لگا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"اندر آ جاؤ بیٹے۔" اس کے لہجے میں بلا کی نرمی تھی۔ مگر وہ بچہ وہیں کھڑا رہا۔

"بابا آگئے ہیں؟" اس بچے نے کسی امید کے تحت پوچھا۔ اس عورت کے چہرے پر افسردگی چھا گئی۔  
"ماما وہ کب آئیں گے؟ میں نے ان کے لیے ڈرامینگ بنائی ہے۔ مجھے سٹار چاہیے۔" ایک معصوم سی خواہش کا اظہار کیا۔

"وہ آئیں گے۔ اپنے بیٹے کی ڈرامینگ دیکھنے آئیں گے۔" اس کی آنکھوں میں نمی جھلک رہی تھی۔ وہ بچہ قدم قدم چلتا اپنی ماں کے قریب گیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔  
"ماما کیا بابا برے انسان ہیں؟" وہ یک دم چونکی۔  
"نہیں بیٹے۔ وہ برے نہیں ہیں۔"

"پھر وہ جیل میں کیوں ہیں؟" نمی بڑھتی جا رہی تھی۔  
"کیونکہ وہ بہت اچھے ہیں۔" اس نے بامشکل آنسو ضبط کیے۔  
"پھر وہ جیل میں کیوں ہیں؟" وہ مسلسل اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔  
"کیونکہ وہ برے لوگوں کے خلاف ہیں۔ اس لیے برے لوگوں نے انہیں جیل میں ڈال دیا ہے۔" اس کے لہجے میں درد تھا۔ ایک آنسو نے ضبط کھودیا اور گال پر بہہ گیا۔ اس بچے نے بڑے غور سے اپنی ماں کی آنکھ سے نکلنے والا آنسو دیکھا تھا۔

"آپ کو بابا یاد آرہے ہیں؟" ایک کے بعد ایک آنسو گرنے لگا تھا۔ اس نے یاسیت سے گردن اثبات میں ہلائی۔  
"بابا نے کہا تھا وہ جلدی آئیں گے۔ آپ روئیں نہیں۔ انہوں نے صرف مجھے بتایا تھا۔" وہ رازدارانہ انداز میں بولا۔  
"کل ہم بابا سے ملنے جائیں گے۔ آپ اب جا کر سو جاؤ۔"

اس نے گال سے آنسو رگڑتے ہوئے کہا۔ وہ بچہ اٹھا اور بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ اسے صبح ہونے کا بے صبری سے انتظار تھا۔ وہ اپنے بابا سے ملے گا۔  
وہ خوش تھا!

---☆☆☆---



اس نے دروازے کے لاک میں چابی لگائی اور اسے گھمایا۔ لاک کھل گیا۔ وہ اندر گیا۔ اپارٹمنٹ خالی تھا۔

"جیم۔۔۔ جیم۔۔۔" وہ بلند آواز سے پکار رہا تھا۔

"کچن میں ہوں!" اسے کچن سے آواز آئی۔ اس کے قدم اب کچن کی جانب تھے۔ جیم کچن میں کھڑا پیاز کاٹ رہا تھا۔

جیسے ہی اس نے کچن میں قدم رکھے اس نے براسا منہ بنایا۔

"تم پھر گوشت بنا رہے ہو۔" اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"تمہارے لیے نہیں ہے۔" جیم نے ہنوز کام کرتے کہا۔ وہ فریج تک گیا اور پانی کی کین نکال کر لبوں سے لگائی۔ جیم نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

"مجھے بتائے بغیر کیوں چلے گئے؟" جیم نے کٹے پیاز گرم تیل میں ڈالے۔

"تم میری بیوی نہیں ہو جو تمہیں ہر بات بتانا مجھ پر فرض ہے۔" اس نے پانی کی کین فریج میں رکھتے ہوئے کہا۔ جیم اس کی طرف مڑا اور اسے سر تا پیر دیکھا۔

"کیا ہوا کبھی ہینڈ سم لڑکا نہیں دیکھا؟" بڑے غرور سے کہا گیا۔ پھر بولا۔ "ظاہر ہے مجھ جیسا نہیں دیکھا۔" آخر میں کندھے اچکائے۔ جیم نے ایک گہری سانس خارج کی۔

"ڈیٹ پر گئے تھے؟" وہ چیخ سے پیاز کو ہلارہا تھا۔

"ہاں! بلیک مین کے ساتھ۔۔۔" جیم مسکرایا۔

"تمہارا ٹیسٹ کتنا برا ہے۔" وہ ہنسا۔ اب جیم نے ابلا ہوا گوشت پین میں ڈالا۔

"اس ایمری جونز سے تو اچھا ہی ہے جس کو آج تک تم نے دیکھا بھی نہیں ہے۔" اس نے قدم باہر کی طرف بڑھائے۔

"کتنی بار بتاؤں۔۔۔"

"ہاں ہاں پتا ہے وہ تمہاری صرف گیم پارٹنر ہے!" عماد نے کمرے میں جاتے ہوئے کہا۔ وہ بیڈ پر بیٹھا اور جوتے اتارنے لگا۔

"کب بنے گا تمہارا کھانا؟ پورے اپارٹمنٹ میں گوشت کی بو پھیل گئی ہے۔" اس نے ایک بار پھر براسا منہ بنایا۔

"تم بھی یہی کھا رہے ہو۔" جیم نے کچن سے آواز لگائی۔

"ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنا کھانا اکیلے انجوائے کرو۔" اس نے لیڈر کا وہ کوٹ اتارتے ہوئے کہا۔ پھر چپس کا بڑا سا

پیکٹ پکڑا اور بیڈ پر بیٹھا۔ ٹانگیں لمبی کیے چپس کھاتے ہوئے ایل ای ڈی پر لگی جرمن فلم دیکھنے لگا۔

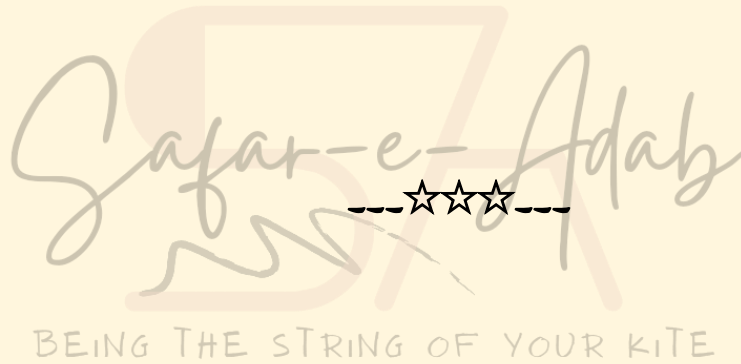
کچھ دیر بعد جیم کمرے میں آیا۔ اپنا کھانا کھڑکی کے سامنے پڑی اس ٹیبل پر رکھا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"واپسی کب تک ہے؟" جیم نے ایک لقمہ لیتے ہوئے کہا۔

"جب کام ہو جائے گا۔" اس کی نظریں ہنوز اسکرین پر جمی تھیں۔

"کب تک ہو گا؟"

ابھی چند دن اور لگے گے!" جیم نے اثبات میں سر ہلایا۔



سن 2007

یہ تھانے کا ہنگم سا منظر تھا۔ عجیب ہی نوعیت کا تناؤ محسوس ہوتا تھا۔ وہ چادر سر پر لٹکائے اس بچے کا ہاتھ پکڑے منتظر سی بیٹھی تھی۔ وہ بچہ ہر گزرنے والے کو دیکھ رہا تھا۔ ایک پولیس اہلکار ان تک آیا اور انہیں ملاقاتی کمرے میں جانے کی اجازت دی۔

وہ تینوں ملاقاتی کمرے میں موجود تھے۔ اس کا حلیہ دیکھ کر اس کی آنکھیں بھینگنے لگیں۔ آنکھوں میں لالی، آنکھوں کے نیچے حلقے، کمزور چہرہ اور بے ڈھنگا حلیہ۔

"احمد یہ سب کب تک چلے گا؟" اس کے لہجے میں لجاجت تھی۔

"میں نہیں جانتا، عائشہ!" اس کی نظریں اس بچے پر ٹکی تھیں جو یکے بعد دیگرے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کوئی وکیل آپ کا کیس لڑنے کو تیار نہیں ہے۔" وہ فکر مند تھی اور پریشان بھی۔

"وہ ہماری طرف آنے والی ہر مدد روکیں گے۔ میں ان کے کالے کر توت منظر عام پر لایا ہوں وہ بدلہ تو لیں گے۔ وہ طاقت ور ہیں۔ اگر کوئی وکیل راضی ہو بھی گیا تو وہ اسے خرید لیں گے، وہ حج کو خرید لیں گے۔ وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ میں یہاں سے نہ نکلوں۔" اس کے لہجے میں تنفر تھا۔

"اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے انہیں یہ سب کرتا دیکھتے رہیں گے کیا؟" وہ بے بسی سے بولی۔

"انہوں نے میرے ہاتھ باندھ دیے ہیں، عائشہ! میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تم عماد کو لے کر ترکی واپس اپنے ابو کے پاس چلی جاؤ۔" وہ چونکی۔

"احمد میں آپ کو چھوڑ کر کیسے چلی جاؤں؟ آپ نے یہ سوچا بھی کیسے؟" ایک آنسو ٹوٹ کر گال پر لڑھکا تھا۔ احمد نے گردن جھکالی۔

"مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں اور عماد کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ تمہارا ترکی جانا ہی ٹھیک رہے گا۔ کم از کم وہاں محفوظ تو ہو گے تم لوگ۔"

"احمد پلیز! حفاظت کرنے والا اللہ موجود ہے۔" ایک امید تھی۔ وہ چپ بیٹھا ان دونوں کے پریشان چہرے دیکھ رہا تھا۔

"عماد کو یہاں مت لایا کرو۔" اس بچے نے اپنے باپ کو دیکھا تھا جو بے بسی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"کیسے نہ لاؤں؟ وہ ضد کرتا ہے آپ سے ملنے کی، راتوں کو سوتا نہیں ہے۔ ہر وقت اس کی زبان پر ایک ہی سوال ہوتا

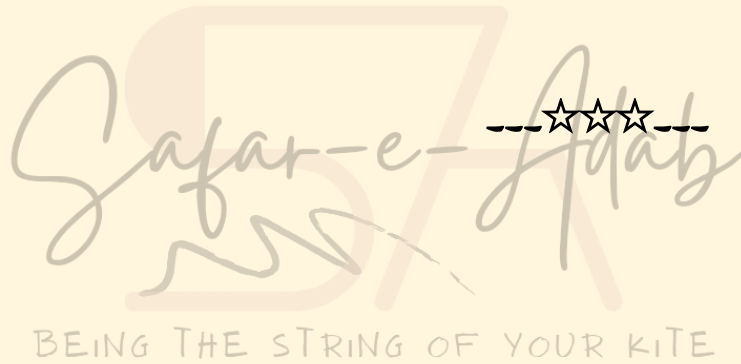
ہے بابا کب آئیں گے؟ اور میرے پاس سوائے خاموشی کہ کوئی جواب نہیں ہوتا۔" وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔

"عائشے اس راستے پر نکلنے سے پہلے ہی میں نے اپنا انجام سوچ لیا تھا۔ اور تم بھی اچھی طرح جانتی ہو۔ عماد کو مت لایا کرو یہاں۔ میں چاہتا ہوں وہ مجھ سے دور رہے۔ وہ جتنا دور رہے گا اتنا ہی اسے کم تکلیف ہوگی۔" احمد نے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا۔ ڈھیروں آنسو نہایت ضبط سے پی لیے گئے تھے۔

"ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔" احمد نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پولیس اہلکار اسے اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔

وہ اپنے باپ کو خود سے دور جاتا دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ دور ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ اوجھل ہو گیا مگر وہ مایوس شہد رنگ آنکھیں اب بھی وہیں جمی تھی شاید کسی امید کے تحت یا شاید یقین کے!



"میں نے اس لڑکی کا سارا بائیو ڈیٹا نکال لیا ہے۔" وہ کافی بنا رہا تھا جب جیم نے آکر کہا۔

"بولنا شروع کرو۔" وہ کافی کا گلیے کھڑکی کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیم بھی اس کے ساتھ کمرے میں آتا اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔

"اس کا اصلی نام نازلی ہے لیکن اس کا کوڈ نیم "جولی" ہے۔ وہ ترکی سے ہے۔ اسے جرمنی آئے تقریباً دو ماہ ہو گئے ہیں۔ یہ بات واضح نہیں ہے کہ وہ کیسے آئی۔ جولی ایک بہت بڑے سمگلر گینگ کی ہیڈ ہے۔ وہ ہیومن ٹریفیکر ہے۔ یعنی وہ چیزوں کی نہیں بلکہ انسانوں کی سمگلنگ کرتی ہے۔ وہ زیادہ تر نوجوان بچوں کو جھوٹے خواب دکھاتی ہے ان کو جو مالی کمی کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو خوبصورت مستقبل کا لالچ دیتی ہے اور پھر انہیں مختلف ممالک بھیج کر خوب پیسا



کماتی ہے اور تو اور وہ منی لانڈرینگ بھی کرواتی ہے تاکہ اپنی کمائی ہوئی بلیک منی سیو کر سکے۔ "جیم موبائل پر نظریں جمائے اسے لی گئی معلومات کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتا غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بہت ہی خطرناک ہے یہ۔" اس نے ایک عام سا تبصرہ پیش کیا۔  
"سرکمال کی کال آئی تھی۔" جیم نے کچھ وقت کے توقف کے بعد کہا۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا جب چونک کر گردن اس کی طرف موڑی۔  
"کب؟"

"تھوڑی دیر پہلے۔ کہہ رہے تھے یہ آپریشن پورا کر کہ جلدی واپس آؤ۔" جیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
"ظاہر ہے وہ یہی کہیں گے۔ ایک ہفتہ دیا تھا دو گزر گئے۔"  
"پھر ہمیں جلدی سے سب نبٹانا پڑے گا۔"  
"ہوں۔۔۔" وہ کسی سوچ میں گم لگتا تھا۔ یک دم وہ اپنی سوچوں سے باہر آیا۔ دماغ ایک دم سے تیزی سے کام کرنے لگا۔  
"جیم۔۔۔" وہ ابھی دروازے تک گیا تھا جب عمار کی آواز پر پلٹا۔  
"یہ ساری ڈیٹیلز جو تم نے مجھے دی ہیں اس کا پرنٹ آؤٹ نکلاؤ۔" جیم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔  
"کیوں؟"

"میں تیار ہونے جا رہا ہوں۔ میرے آنے تک نازلی کی فائل ریڈی کرو۔ اس کے پیدا ہونے سے آج تک کی ساری کہانی مجھے پیپر پر چاہیے۔ ہری اپ، بڈی۔ ابھی بھی یہیں ہو۔ جلدی کرو!" ایک دم ہی اسے جلدی پڑ گئی۔ جیم نے ایک گہری سانس خارج کی۔

"اب کیا کرنے جا رہے ہو تم؟" جیم اب بھی وہی کھڑا تھا۔  
"سوال جواب کا وقت نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا اشروم میں چلا گیا۔



گاڑی روش پر آکر رکی تھی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی۔ ہیل کی ٹک ٹک نے خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا۔ وہ گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ وہ گھرانہ باہر سے سفید تھا۔ وہ راہداری پار کرتی کمرے میں آئی۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی کی وجہ سے کمرہ نیم اندھیر لگتا تھا۔ اس نے دائیں بازو پر لٹکتے پرس کو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا مگر اسکا ہاتھ ہوا میں ہی معلق ہو گیا۔ وہ ساکت ہو گئی۔

اسے وسلینگ کی آواز آئی۔ وہ وسل کسی دھن میں بچ رہی تھی بہت دھیمی سی۔ یہ اس کا وہم تھا یا واقعہاں کوئی تھا۔ اس نے آنکھیں چندھیا کر اندھیرے میں دیکھنا چاہا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ یک دم حرکت ہوئی۔ پھر اسے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ وہ ڈر گئی۔

کوئی ہیولہ سا کھڑکی کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ اس لڑکی کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اس ہیولے نے مزید حرکت کی۔ اس کا چہرہ اب کھڑکی سے چھن کر آتی روشنی کی زد میں تھا۔ اس لڑکی کو وہ بے حد چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں۔ شہد رنگ آنکھیں! BEING THE STRING OF YOUR KITE

جرمنی کا ریستوران، وہ گھبراہوا لڑکا۔۔۔ اسے سب یاد آیا۔ ڈر ہوا ہوا۔ اس کے اعصاب تن گئے۔ "تم!" وہ دبا دبا سا غرائی تھی۔ دھڑکن معمول پر آچکی تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ مسکرایا تھا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔ وہ اس لڑکے سے کتنا مختلف تھا۔

"کبھی خوبصورت لڑکا نہیں دیکھا۔۔۔ ظاہر ہے مجھ جیسا نہیں دیکھا ہو گا۔" اپنی بات پر وہ خود ہی ہنسا۔

"خیر۔۔۔ مدعے پر آتے ہیں۔" وہ آگے بڑھا اور وہاں پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ارے۔۔۔ کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھو! تمہارا اپنا گھر ہے۔" اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیوں آئے ہو؟" وہ وہی کھڑی رہی۔

"تمہاری مرضی (اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے) یہ فائل پڑھو گی ذرا؟" اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل اس کی جانب بڑھائی۔ اس لڑکی نے فائل پکڑ لی اور کھول کر پڑھنے لگی۔ وہ وہاں بیٹھا سنجیدگی سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس لڑکی نے فائل بند کی۔

"آہ! تھینک گاڈ۔۔۔ کتنی لیزی ہو۔۔۔ میں نے پانچ منٹ میں پڑھ لی تھی۔" اس لڑکی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تو دوسرا جا رہا تھا۔

"کیا چاہتے ہو؟" اس نے نہایت ضبط سے پوچھا تھا۔

"تمہاری یہ فائل پولیس کو دینا چاہتا ہوں۔۔۔" وہ لڑکی کچھ بولنے لگی مگر اس نے بات کاٹی۔

"اگر، اگر، اگر۔۔۔ تم نے میری بات نہ مانی تو!" اس نے دونوں آبرو اٹھائے کہا۔

بولو کیا چاہیے تمہیں؟"

"سب چھوڑو ایک ڈیل کرتے ہیں۔۔۔ تم میرے ساتھ ترکی چلو گی اور میں یہ فائل پولیس کو نہیں دوں گا۔" وہ بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور میں تمہارے ساتھ ترکی کیوں جاؤ گی؟" وہ کھڑا ہوا اور قدم قدم چلتا اس کے بالکل سامنے آیا۔

"کیوں کہ اپنے کیے کی سزا ملے گی تمہیں۔ ماؤں سے ان کے بچے چھننے کی سزا!" ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

"کل تک کا وقت ہے تمہارے پاس۔۔۔ جو بھی فیصلہ ہو اس نمبر پر بتا دینا (کارڈ اس کی طرف بڑھایا، اس نے پکڑ لیا)

ورنہ انجام تم جانتی ہو۔"

"تم ہو کون؟" اس لڑکے نے آنکھیں چھوٹی کر کے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"ادا کار۔۔۔" اس لڑکی کی آنکھوں میں تیش بھر آیا۔

"girl, Have a nice day!" اس نے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ سجائے سرگوشی نما کہا اور چلا گیا۔



"تمہیں لگتا ہے کہ وہ کال کرے گی؟" جیم نے ہنوز لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے کہا جبکہ وہ چپس کھاتا ایل ای ڈی دیکھ رہا تھا۔

"اگر بیوقوف نہ ہوئی تو ضرور کرے گی۔" دونوں کی نظریں اپنی مطلوبہ جگہ پر ٹکیں تھیں۔  
"اور اتنی بھی عقل مند نہیں ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر ترکی چلی جائے۔"

"میں نے اسے دو آپشنز دی ہیں۔ ایک ساری عمر غیر ملک کی جیل میں سڑتی رہے، دوسری اپنے وطن واپس جا کر ہر چیز کا اعتراف کر لے۔" جیم اس کی بات پر ہنسا۔  
"کیا واقعہ ہی دو آپشنز ہیں یہ؟"

"ظاہر ہے اس کے پاس صرف ایک ہی آپشن ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔  
"وہ لڑکی خطرناک ہے، تم خطرے میں پڑ سکتے ہو۔"

"کبھی خطرہ خطرے میں پڑا ہے؟ میرے پاس اس کا اعمال نامہ ہے اور تم جانتے ہو انسان سب سے زیادہ اپنے اعمال نامے سے ڈرتا ہے۔"

وہ دونوں اپنے کام میں مگن تھے جب ان کے پاس پڑا وہ بھدا سما مو بائل چیخا۔ دونوں نے گردن موڑ کر اس موبائل کو دیکھا۔ عماد مسکرایا۔ جیم نے کال اٹھالی۔

"کس کا انتخاب کیا تم نے پھر؟" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔  
"میں تمہارے ساتھ ترکی چلوں گی۔" دونوں کے چہروں پر سکون سا اتر ا۔  
"تمہارے لیے یہی اچھا تھا۔" اس نے کہا اور فون کاٹنے کا اشارہ کیا۔ جیم نے کال کاٹ دی۔  
"ویسے عقلمند ہے یہ لڑکی!" جیم نے اعتراف کیا۔

"اونہوں۔۔۔ بہت بڑی بیوقوف ہے!" جیم نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔  
"تمہیں لگتا ہے کہ وہ ترکی جانے کے لیے اتنی آسانی سے راضی کیسے ہوئی؟"  
"اس نے کوئی پلین سوچ رکھا ہو گا۔"

ایگزیکٹو۔۔۔ اس نے کوئی پلین سوچ رکھا ہے۔ اور میں جانتا ہوں اس نے کیا سوچا ہو گا۔  
"کیا۔۔۔؟" وہ متجسس ہوا۔

"اگر وہ یہاں جیل چلی گئی تو نکلنا آسان نہیں ہے یا شاید ناممکن بھی ہو۔ اس نے ترکی جانے کا فیصلہ اس لیے کیا ہے  
کیونکہ۔۔۔"

"کیونکہ ترکی اس کا اپنا ملک ہے اور وہاں سے وہ با آسانی فرار حاصل کر سکتی ہے۔" جیم نے اس کی بات کاٹ کر تیزی  
سے بولا۔  
"بالکل!"

---☆☆☆---

Safar-e-Adab

سن 2008

وہ صوفے پر براجمان تھی اور وکیل اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی دونوں تھے۔  
"شاہ زیب صاحب چھ ماہ گزر چکے ہیں مگر ہمارے ہاتھ پھر خالی ہیں۔" وہ پریشان سی بولی۔  
"مسز احمد یہ کوئی آسان کیس نہیں ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں۔ وہ جان بوجھ کر تارتخ بڑھاتے جارہے ہیں۔ ہمارا کیس  
پہلے دن جیسا ہے کوئی پروگریس نہیں ہے۔"  
"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" وہ فکر مند تھی۔

"اگر آپ مجھ سے مشورہ مانگے تو میں یہی کہوں گا کہ احمد صاحب معذرت کر لیں۔ وہ میڈیا پر جا کر کہہ دیں کہ انہیں  
صرف ایک غلط فہمی ہوئی تھی جو دور ہو گئی ہے۔ وہ بڑے لوگ ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ صرف معافی کی  
صورت میں ہی یہ سب ختم ہو گا۔" وہ صدمے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کھڑی ہوئی وکیل بھی اسی کے ساتھ اٹھا۔

"بہت شکریہ آپ کے مشورے کا۔" اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔  
"ایک بار اس بارے میں سوچیے گا ضرور مسز احمد۔" وہ کچھ نہیں بولی تو وہ اجازت طلب کرتا چلا گیا۔ باہر جاتے ہی اس نے کال ملائی۔

"وہ نہیں مانی۔ بڑی پکی عورت ہے۔ معافی کے نام پر ہی اس کے اطوار بدل گئے تھے۔" وہ فون کان سے لگائے گاڑی تک گیا۔

"ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے۔"

اندر آؤ تو وہ صوفے پر اب بھی بیٹھی تھی۔ سر دونوں ہاتھوں میں گرائے وہ بے حد نڈھال اور تھکی تھکی سی لگتی تھی۔  
"تم سب ملے ہوئے ہو۔ جس حد تک جاسکتے ہو جاؤ۔ میں بھی ہار نہیں مانوں گی۔" اس نے خود سے سرگوشی کی۔ وہ اٹھی، اب اس کا رخ زینوں کی جانب تھا۔

اس نے دھیرے سے دروازہ کھولا۔ اندر نیم اندھیرا تھا۔ صرف ایک مدھم سے بلب کی روشنی تھی۔ وہ اپنے بیڈ پر سو رہا تھا۔ اس نے گردن موڑی تو اس کی نظر سٹری ٹیبل پر پڑی۔ وہاں کتابیں بکھری پڑی تھیں۔  
وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے نظر اس کھلی کتاب پر پڑی۔ وہ سکیچ بک تھی۔ اس نے پہلے سے کھلے صفحے کو غور سے دیکھا۔

اس پر ایک بچہ بنا تھا جس کی پشت بنائی گئی تھی اور وہ ہاتھ اٹھائے کسی کو روک رہا تھا۔ اس سے قدرے اوپر سلاخیں بنائی گئی تھیں جس کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس سکیچ کے اوپر بڑے بڑے حروفوں میں لکھا تھا۔  
"BABA, I MISS YOU." یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں بھینگنے لگیں۔ وہ کرسی سے اٹھی اور اس کے سرہانے کے قریب کھڑی ہوئی۔ اس نے جھک کر اس کا ماتھا چوما اور باہر چلی گئی۔ اس نیم اندھیرے میں ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز آئی رہی تھی۔ بے حد دھیمی۔۔۔ دبی دبی سی سسکیاں۔۔۔!

---☆☆☆---

وہ پارک میں موجود بینچ پر بیٹھا تھا۔ موسم خزاں جہاں باہر تھا وہیں اس کے اندر بھی تھا۔ ہوا کے پرسکوں جھونکے چل رہے تھے۔ زمین پر ڈھیروں پھول اور پتے گرے تھے۔ وہ ہاتھ میں موجود اس پتے کو دیکھ گیا۔ وہ ادا اس تھا۔ یک دم اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ کن اکھیوں سے دیکھ سکتا تھا کہ کوئی اس کی طرف آرہا ہے۔ اس نے غیر ارادی طور پر گردن موڑ کر دیکھا تو بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"بابا۔۔۔!" بے اختیار اس کی زبان حرکت میں آئی۔ وہ قدم قدم چلتا ان تک آیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ خوش تھے۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ پھر اس کی نظر ان کے ہاتھوں تک گئی۔ وہ بندھے ہوئے تھے۔ ہتھکڑیوں میں قید تھے۔ اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ہم سب کی زندگیاں بہار اور خزاں جیسی ہوتی ہیں۔ جب بہار آتی ہے تو پھول کھلتے ہیں سب خوش ہوتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو سب خوش ہوتے ہیں۔ لیکن جب خزاں آتا ہے تو پھول جڑ جاتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جب وقت آتا ہے تو انسان چلا جاتا ہے۔ لیکن اس کے درمیان جو ہوتا ہے اسے زندگی کہتے ہیں۔ پھول کھلنے اور جڑنے کے درمیان وہ کچھ دیر جیتا بھی ہے۔ ہمیں بھی جینا ہے۔ مشکلات، مصیبتیں درد ان سب کے ساتھ جینا ہے۔" وہ کہہ رہے تھے اور وہ سن رہا تھا۔

وہ کسی ٹرانس کے زیر اثر انہیں دیکھتا جا رہا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ آہستہ آہستہ کسی دھویں کی طرح تحلیل ہوتے جا رہے تھے۔ وہ مدھم پڑتے جا رہے تھے۔

وہ یک دم چونکا۔ اس نے سامنے دیکھا کوئی نہیں تھا۔ اس نے یہاں وہاں گردن موڑ کر دیکھا مگر کوئی نہیں تھا۔ اس نے چہرہ آسمان کی طرف کر لیا اور آنکھیں موند لیں۔

یک دم اس نے آنکھیں کھولی تو ہر جگہ اندھیرا تھا۔ کھڑکی کے آگے پردوں کے اطراف سے روشنی چھن کر آرہی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھا۔ وہاں کوئی پارک، کوئی درخت کچھ نہ تھا۔ وہ اپنے کمرے میں تھا۔ وہ ترکی میں تھا۔ کل رات کو ہی تو آیا تھا۔



اس نے آنکھیں مسلیں۔ بیڈ کے ساتھ پڑی سائیڈ ٹیبل پر اس کا موبائل رکھا تھا۔ اس نے وقت دیکھا صبح کے دس بج رہے تھے۔ پیروں میں سلپرز ڈالے وہ واشروم میں گیا۔

چند لمحوں بعد باہر آیا تو چہرہ گیلا تھا۔ بال چھوٹی چھوٹی لٹوں کی صورت آنکھوں کے آگے گر رہے تھے۔ اس نے تولیے سے چہرہ رگڑ کر تولیہ بیڈ پر پھینکا اور خود باہر چلا گیا۔ زینے اتر کر نیچے آیا۔ سامنے ٹیبل پر جیم بیٹھا تھا۔ وہ ٹیبل پر آیا اور اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم کب سے جاگے ہو؟" اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"تم سے آدھا گھنٹا پہلے۔" جیم نے سستی سے کہا۔

"اتنی کیا جلدی تھی اٹھنے کی؟" اس نے بیزاریت سے پوچھا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہمیں ہیڈ کوارٹر جانا ہے۔ سرکمال نے بلوایا ہے۔"

"جانتا ہوں۔" اس نے ہاتھ جھلا کر کہا۔ اس کی نظر سامنے آتی ان خاتون پر پڑی۔ وہ مسکرایا۔

"صبح بخیر، بیاری امی جان!" اس نے ترکی میں خوشگوار لہجے میں کہا۔

"صبح بخیر!" وہ بھی مسکرا کر ترکی میں گویا ہوئیں۔ ہاتھ میں پکڑی ٹرے کھانے کی میز پر رکھی اور اس میں پڑے دونوں باؤل ان دونوں کے سامنے رکھے۔

"شکریہ۔" جیم نے ترکی میں کہا اور چمچ بھر بھر کر کھانے لگا۔ عماد نے بھی چمچ سوپ سے بھرا اور منہ میں ڈالا۔ یک دم ہی اسے کھانسی آئی۔ اس نے براسا منہ بنایا اور چمچ میز پر رکھا۔

"امی اس میں گوشت ڈالا ہے آپ نے؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"صرف چکن ہے عماد۔۔۔ تم دونوں سفر سے آئے ہو۔۔۔ اس سے تھکاوٹ دور ہو جائے گی، بیٹے۔" اس نے نیپکن سے منہ پونچھا۔ جیم بڑے مزے سے چمچ بھر بھر کر کھا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ناگواری تھی۔

"امی آپ کو پتا تو ہے میں نہیں کھاتا گوشت۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر بیزاریت سے کہا۔

"اچھا بھئی مت کھاؤ۔ مجھے لگا تھا تمہیں بتا نہیں چلے گا مگر ناک ہی بہت تیز ہے جناب کا۔۔" انہوں نے اس کی طرف ایک بریڈ بڑھائی۔ وہ ایک قسم کی گول روٹی تھی جو تل کے بجوں سے ڈھکی تھی۔ اس نے وہ بریڈ تھام لی۔ جیم ناشتہ کر چکا تھا۔

"عماد جلدی سے ناشتہ کر لو ہمیں جانا ہے۔" جیم کہتا ہوا اوپر چلا گیا۔

"کہاں جانا ہے؟" اس نے نیپکن سے چہرہ صاف کیا۔

"سرکمال نے بلوایا ہے۔" اس نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

"ناشتہ تو ٹھیک سے کر لو۔" وہ زینوں کی طرف گیا جب انہوں نے پیچھے سے کہا۔

"کر چکا ہوں۔" وہ زین پھلانگتا اوپر چلا گیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ کمرے سے نکلا۔

اس نے سیاہ شرٹ اور جینز کے ساتھ گہرے بھورے رنگ کی جیکٹ زیب تن کر رکھی تھی۔ پیروں میں کیمل کلر کے ملٹری بوٹ تھے۔ وہ قدم قدم چلتا جیم کے کمرے میں گیا۔ وہ اپنے پی سی کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ چلتا ہوا اس تک آیا اور جھک کر سکرین دیکھنے لگا۔

"کیا کر رہے ہو؟" اس نے جان بوجھ کر پوچھا۔

"جو تمہیں نظر آرہا ہے۔" وہ سیدھا کھڑا ہوا۔

"مجھے تو یہ نظر آرہا ہے کہ تم ایسی جوئز کے ساتھ آن لائن ڈسٹنگ کر رہے ہو۔" اس نے چڑانے والے انداز میں کہا۔

جیم نے سر جھٹکا۔ اس نے پی سی بند کیا اور اٹھ گیا۔

"اب چلو۔ ہماری بھی سرکمال کے ساتھ ڈیٹ ہے۔" عماد مسکرایا۔

---☆☆☆---

"آپ مل چکے ہوں گے ہماری مہمان سے۔" وہ دونوں ہیڈ کو ارٹھر کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ ان دونوں کے سامنے سربراہی کرسی پر کمال شاہ بیٹھے تھے۔ عماد نے ان سے انگریزی میں کہا۔

"مل چکا ہوں۔ کافی اچھا میزبان بھی ثابت ہوا ہوں۔" وہ دونوں مسکرائے۔

"میں نے تم دونوں کو ایک اہم بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔" انہوں نے دونوں ہاتھ باہم جوڑے کہا۔

"جی۔۔۔" وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

"سب سے پہلے تو تم دونوں نے بہت اچھا کام کیا ہمیشہ کی طرح۔ لیکن جس طریقے سے کیا وہ اچھا نہیں تھا۔" ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر انہیں۔

"تم دونوں نے ہی اپنی جان خطرے میں ڈال کر یہ آپریشن کیا لیکن اگر تم دونوں کو کچھ ہو جاتا تو کیا ہوتا؟ ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ اس ملک کو تم جیسے بہادر اور ذہین لوگوں کی ضرورت ہے اس لیے اب تم دونوں اکیلے کوئی کام نہیں کرو گے۔" وہ دونوں ایک بار پھر چونکے۔

"لیکن ہم اکیلے نہیں ہیں، سر۔ جیم ہے میرے ساتھ اور جیم کے ساتھ میں۔"

"دیکھو بچو! یہ فیصلہ میرا نہیں ہے۔ یہ فیصلہ ان کا ہے جو میرے بھی سر ہیں۔ اب تم دونوں ایک ٹیم کے ساتھ کام کرو گے۔ ایک ٹیم بن کر۔ تمہاری ایک ٹیم بنادی گئی ہے عماد جو تمہارے زیرِ حکم ہوگی۔" انہوں نے ایک فائل عماد کی جانب بڑھائی۔

"یہ تمام ٹیم ممبرز ہیں۔ یہ سب تمہارے ساتھ کام کریں گے۔" پھر انہوں نے ایک چابی جیم کی طرف بڑھائی۔

"یہ تم لوگوں کی ورک پلیس کی چابی ہے۔ یہاں ہر ضرورت کی چیز موجود ہے۔" جیم نے چابی پکڑ لی۔

"اور عماد کل تم اس ایڈریس پر جاؤ گے۔" انہوں نے ایک چٹ اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ کون ہیں؟" عماد نے چٹ پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"یلدرم بوزوک۔۔۔ ٹیم کا سربراہ!" اور وہ دونوں تیسری بار چونکے تھے۔

"کل صبح دس بجے تم یلدرم کو لے کر اپنی بلڈنگ پر جاؤ گے۔ سب ٹیم ممبرز موجود ہوں گے۔ تم ان کے ساتھ مل کر کام کرو گے۔ مجھے کوئی شکایت نہ ملے۔"

"جی۔" اس نے کہا اور وہ دونوں کمرے سے نکل گئے۔

"یعنی اب ہمیں آرڈر پر کام کرنا پڑے گا۔" جیم نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔  
"اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں میں اپنی مرضی سے کام کرتا ہوں۔ خیر! دیکھ لیں گے۔"

---☆☆☆---

سن 2009

وہ دونوں ایک ساتھ کچہری سے باہر نکلے تھے۔

"بہت شکریہ علی صاحب۔ آپ کی محنت کی وجہ سے یہ کیس تھوڑی پروگریس دکھا رہا ہے۔" وہ ممنون تھی۔

"انشاء اللہ آپ یہ کیس جلد جیت جائیں گی۔" اس نے یقین دلایا۔ وہ خوش تھی کافی عرصے بعد۔

"انشاء اللہ!" وہ پر یقین تھی۔

وہ گھر آئی تو کافی تھکی ہوئی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE  
"عماد۔۔۔" اس نے بلند آواز کہا۔

"جی ماما۔۔۔" وہ زینوں پر کھڑا تھا۔

"کھانا کھالیا۔۔۔؟" وہ زینے اتر کر نیچے آ رہا تھا۔

"نہیں آپ کا ویٹ کر رہا تھا۔" اس نے آخری زینہ اترتے کہا۔

"آ جاؤ۔۔۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔"

وہ دونوں کھانے کی میز پر بیٹھے تھے۔

"علی انکل نے کہا تھا وہ بابا کو باہر نکلوادیں گے۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔۔۔ تمہارے بابا بہت جلد واپس آ جائیں گے۔"

"پھر وہ کہیں نہیں جائیں گے نا۔"

"کبھی بھی نہیں!"

وہ کھانا کھا کر جاچکا تھا۔ اس نے برتن اٹھا کر کچن میں رکھے۔ جب تک عماد کا ٹیوٹر اسے پڑھاتا تھا اس نے سونے کا فیصلہ کیا۔ اس کی آنکھ شام کے پانچ بجے کھلی تھی۔ عماد لاؤنج میں بیٹھا وی دیکھ رہا تھا۔ وہ کچن میں آئی اور رات کا کھانا تیار کرنے لگی۔ کھانا بناتے رات ہو چکی تھی۔ وہ دونوں ایک بار پھر کھانے کی میز پر تھے۔ وہ دونوں ایک خاموش زندگی گزار رہے تھے۔ ایک اپنے شوہر کے بغیر اور دوسرا اپنے باپ کے۔۔۔!

وہ اپنے کمرے میں بیٹھی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی جب اس کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے دیکھا کوئی انجان نمبر تھا۔ اس نے فون اٹھا لیا۔

"عائشہ احمد بات کر رہی ہو؟"

"جی کر رہی ہوں۔۔۔"

"میں نے تمہیں پہلے بھی وارن کیا تھا کہ ہمارے راستے میں مت آؤ۔ جو حشر تمہارے شوہر کا کیا ہے اس سے بدتر تمہارا کریں گے۔"

"میں یہ راستہ نہیں چھوڑوں گی! مجھے ڈرانے کی ناکام کوشش مت کرو۔"

"تو پھر تمہارا بھی اس وکیل جیسا حال ہو گا جو آج کل تمہارا مددگار بنا پھر رہا ہے۔"

"کیا ہوا انہیں؟"

"مرچکا ہے۔" اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر بیڈ پر گرا۔ اس نے دونوں ہاتھ لبوں پر رکھ لیے۔ آنسو متواتر اس کی آنکھوں سے بہتے جا رہے تھے۔

---☆☆☆---

اس نے گاڑی روش پر روکی۔ وہ گیٹ سے اندر داخل ہوا۔ اس نے میرون ڈریس شرٹ اور بلیک جینز پر گھٹنوں تک آتا کوٹ پہن رکھا تھا۔ پیروں میں بھورے رنگ کے ملٹری بوٹ تھے۔ گلے میں پہنی وہ چین چمک رہی تھی۔ وہ قدم قدم چلتا اندر آ رہا تھا۔ وہ گردن ادھر ادھر گھما کر اس جگہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ دروازے تک پہنچا۔ اس نے انگلی سے دروازہ بجایا۔ کوئی جواب نہیں آیا۔ اس نے کئی بار دروازہ بجایا مگر جواب نہ ملا۔ اس نے اندر جھانکا۔ یک دم اسے گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔ وہ تیزی سے مڑا۔ یہ تو اس کی گاڑی تھی۔ اس کا ہاتھ پیچھے کرپر ٹکسسی پستول تک گیا۔ وہ اپنی گاڑی تک آیا تو دیکھا ایک ادھیڑ عمر آدمی اس کی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ وہ حیران ہوتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ اس نے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور اس کی طرف مڑا۔ وہ سنجیدگی سے سامنے دیکھ رہے تھے۔

"مرحبا!" ترکی کے لوگ عام طور پر ملنے پر یہ لفظ کہتے ہیں۔ انہوں نے کوئی رد عمل پیش نہ کیا۔  
"میں عماد احمد اصفہانی۔۔۔ سوری مجھے ترکی اتنی خاص نہیں آتی اس لیے آپ کو میری انگریزی برداشت کرنی پڑے گی۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہارے اور میرے درمیان ایک اصول رہے گا۔"

"جی۔۔۔؟" اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ ان کے سر سے انداز پر حیران ہوا تھا یا ان کی اردو پر۔۔۔

"میں پوچھوں گا اور تم جواب دو گے۔ اس کے علاوہ تم نہیں بولو گے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ گاڑی انقرہ کی سڑک پر رواں دواں تھی۔

"آپ انقرہ سے ہیں؟" اس نے یوں ہی سوال پوچھا۔

"میں لاہور سے ہوں۔ آپ یقین نہیں کریں گے کہ میں پیدا پاکستان میں ہوا تھا مگر میں ایک ترک بھی ہوں۔ آپ

بھی حیران ہو گئے نا! دراصل میری امی کے نانا ترک تھے اور نانی پاکستانی۔ میری پر نانی شادی کر کے ترک

آئیں۔۔۔" اس کی چلتی زبان ان کے گھورنے سے بند ہوئی۔ اس کے بعد وہ سارا راستہ چپ رہا تھا۔

وہ دونوں میز کے گرد آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ان دونوں کے آگے ترکش قہوہ پڑا تھا۔ یلدرم آدھا قہوہ پی چکے تھے جبکہ اس کا شیشے کا وہ کپ ان چھو پڑا تھا۔ اسے قہوہ پسند نہیں تھا۔

"ہمارا ہدف کون ہے؟" اس نے سوال پر شکر ادا کیا۔ وہ خاموش رہ رہ کر فوت ہونے کے قریب تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا فیصلہ بدلتے وہ تیز تیز بولنے لگا۔

"ہمارا اصل ہدف تو حسن بن سعید ہے جو دہشت گرد ہے مگر ابھی کہ لیے اس کی سیکریٹری "صلہ" ہے۔ وہ اس کی بے حد خاص ساتھی ہے۔ وہ حسن بن سعید کے ہر راز جانتی ہے۔ حسن بن سعید کچھ بڑا کرنے جا رہا ہے مگر ہم یہ نہیں جانتے کیا؟ اور اس کا جواب ہمیں اس کی سیکریٹری ہی دے سکتی ہے۔" اس نے بات پورے کرنے کے بعد قہوے کا ایک گھونٹ بھرا۔

"آپ کے خیال میں وہ کیا کرنے والا ہے؟" اب وہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھر رہا تھا۔ یلدرم نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جواب کے انتظار میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اٹھے۔

"ہمیں اب جانا چاہیے۔" عماد نے گہری سانس خارج کی۔ اس نے بہت کچھ ضبط کیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

---☆☆☆---

وہ اس جگہ پہنچ چکے تھے۔ وہ دونوں ایک ساتھ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آئے تھے۔ یلدرم کے پیچھے پیچھے عماد بھی اندر گیا تھا۔ وہ اندر پہنچے تو سامنے جیم کھڑا تھا۔

"اسلام علیکم!" اس نے مہذب انداز میں سلام کیا۔

"وعلیکم سلام!" انہوں نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔



(میں کیا شکل سے کافر لگتا ہوں جو میرے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔) عماد نے سوچا تھا۔  
"آپ کے آنے سے پہلے ہی میں نے آپ کا کمرہ تیار کروا دیا تھا۔" جیم بہت ہی زیادہ مہذب ہو رہا تھا۔  
"شکریہ۔"

(ہنہ شکریہ۔۔۔ مجھ سے توسیدھے منہ ایک بات نہیں کی۔)  
"آئیں میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دوں۔" جیم انہیں اپنے ساتھ اوپر لے گیا۔  
وہ جگہ بہت ہی نفیس اور خوبصورت تھی۔ اسے بڑی نفاست سے سجایا گیا تھا۔ مرکزی دروازے سے اینٹر ہوں تو  
سامنے دو چیزیں تھیں صرف۔ دائیں طرف بناوین کچن جس میں کچن میں پائے جانے والی تمام اشیاء نہایت سلیقے سے  
موجود تھیں اور بائیں طرف لگے تین بڑے صوفے۔ ان کے درمیان یعنی بالکل سامنے ایک کمرہ بنا تھا۔  
اس نے اپنا کوٹ اتار کر صوفے پر رکھا اور کچن کی جانب بڑھا۔ جیم انہیں اپنے ساتھ اوپری منزل پر لے آیا تھا۔ وہ  
بھی بالکل نیچے کی طرح نفاست سے سجاتا تھا۔ آمنے سامنے دو اور تین کمرے تھے یعنی کل پانچ۔ سامنے بالکونی تھی اور  
پیچھے ٹیرس کو جاتی سیڑھیاں۔ وہ انہیں دائیں طرف موجود بنے ان دو کمروں میں سے پہلے والے میں لے گیا۔  
"یہ آپ کا کمرہ ہے۔ میں نے سب کچھ چیک کر لیا ہے سب ٹھیک چل رہا ہے۔ اگر آپ کو کچھ بھی چاہیے تو ساتھ والا  
کمرہ میرا اور عماد کا ہے آپ مجھے بلوایجئے۔" وہ نیچے چلا گیا۔

وہ کافی مشین سے نکلنے والی اس بھوری دھار کو دیکھ رہا تھا جو گک کو بھرتی جارہی تھی۔  
"ورک پلیس تو کافی اچھی ہے۔ مجھے بہت پسند آئی۔ تمہیں کیسی لگی؟" وہ گردن گھما کر دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔  
"تم اتنے فارمل کیوں ہو رہے تھے ان کے ساتھ؟" وہ اسے مشکوک سی نظروں سے دیکھتا ہوا صوفے پر بیٹھا۔  
"کیا مطلب؟ باس ہیں وہ ہمارے۔" جیم بھی اس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔

"باس۔۔۔ سارا باس پن مجھ پر ہی جھاڑا ہے۔ مجھ سے گاڑی میں سیدھے منہ ایک بات نہیں کہی اور تمہارا شکریہ ادا ہو  
رہا تھا۔" اس نے آبرو اٹھا اٹھا کر کہا۔

"تم جیلس ہو رہے ہو؟" جیم کے چہرے پر شرارت سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔  
"جیلس؟ میں کیوں ہوں گا جیلس؟" اس نے یک دم ہی بڑے انداز سے کہا۔

"تم جیسلس ہو رہے ہو کیونکہ میں انہیں تم سے زیادہ پسند آگیا ہوں۔ ہے نا؟" جیم اب بھی مسکرا رہا تھا۔

"ہہ۔۔۔ مجھے ضرورت نہیں ہے کسی سے بھی جیسلس ہونے کی" اس نے کندھے اچکائے۔

"چھوڑو۔۔۔ آؤ پاور روم دیکھتے ہیں۔" وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے ہوئے۔

اوپن کچن اور صوفوں کے درمیان ایک دروازہ سبنا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک الگ نوعیت کا

بہت بڑا کمرہ تھا۔ ایک طرف ڈیڑھ سو کمپیوٹر رکھے تھے اور ان الیکٹرانک سکرینز کے آگے دو کرسیاں رکھی تھیں۔

دوسری جانب ایک جہازی سائز ٹیبل تھی جس کے گرد نو کرسیاں لگی تھیں۔

"واہ۔۔۔ کمال!" جیم سراہے بغیر نہ رہ سکا۔

سب پاور روم میں اکٹھے تھے سوائے یلدرم اور عماد کے۔ وہ دونوں ایک ساتھ کمرے میں اینٹر ہوئے تھے۔ وہ پہلے

والے حلیے میں تھیں۔ بلیک جینز، میرون ڈریس شرٹ اور بھورے ملٹری بوٹ۔ کوٹ ندرت تھا جو وہ نیچے صوفے پر

رکھ آیا تھا۔ یلدرم سربراہی کرسی پر بیٹھے۔ ان کے دائیں طرف عماد اور جیم تھے جبکہ بائیں طرف دو اور لوگ موجود

تھے۔ باقی کی کرسیاں خالی تھیں ابھی کے لئے!

"آپ سب کو خوش آمدید۔" یلدرم نے ترکی میں کہا تھا۔

"ہم سب سے پہلے ایک اچھی ٹیم کے طور پر کامیاب ہوں گے اور پھر باقی چیزوں میں۔" عماد کو اس کی باتوں کی مکمل

سمجھ نہیں آرہی تھی۔ جبکہ جیم ترکی زبان سیکھ چکا تھا۔

"ہم یہاں صرف کام کرنے آئیں ہیں اس لیے اگر کام پر دھیان دیا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ مجھے صرف آپ لوگوں کی

وفاداری چاہیے خود سے نہیں بلکہ کام سے۔ ہم سب ایک دوسرے کو جتنا کم جانیں گے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ میں آپ سب

کو ایک دوسرے کا تعارف کراتا ہوں صرف اتنا ہی کافی ہوگا۔" پھر انہوں نے عماد کی جانب دیکھا۔

"یہ عماد احمد اصفہانی ہے اور یہ جماد الحسن ہے۔" انہوں نے ان دونوں کی طرف باری باری اشارہ کیا۔

"یہ یوسف جلال ہے اور یہ علی امیر ہے۔" انہوں نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ان چاروں نے

ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو ان سب نے چونک کر دیکھا۔ آنکھوں پر بڑے بڑے نظر

کے چشمے لگائے، ٹی شرٹ ٹاپ، لوز پینٹ، پیروں میں سنیکرز پہنے اور آدھے گھنگرا لے بالوں کی پونی بنائے وہ کنفیوز سی اندر داخل ہوئی۔

"سلام!" سب نے سلام کا جواب دیا۔

"میں ایکی ہوں۔۔۔ ایمان پاشا۔" اس نے اپنا تعارف کرایا۔ جیم اور عماد نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔

"آؤ ایمان۔۔۔ بیٹھو۔" وہ جیم کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تمہاری ایکی جانز کمپیوٹر سے نکل کر ریل ورلڈ میں آگئی تم سے ملنے۔" عماد نے مسکراہٹ دبائے جیم کے کان کے

قریب سرگوشی کی۔ جیم نے پہلو بدلا۔

"بکومت۔" اس نے چہرے کے تاثر کو با مشکل نارمل رکھا۔

"سب سے پہلے ہمیں حسن بن سعید کی سیکریٹری کی معلومات کی ضرورت ہے۔" یلدرم نے دونوں ہاتھ باہم جوڑے

کہا۔

"سر، کمال سر نے مجھے اس کی ڈیٹیلز نکالنے کا کہا تھا۔ میں نے اس کی ایک فائل بنا کر جیم کو سینڈ کی تھی۔" وہ لڑکی تیز

تیز بولی۔ جیم چونکا۔

"آ۔۔۔ جیم۔۔۔ میں ہوں۔" اس لڑکی نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

"جی باس، اس کی فائل مجھے آچکی ہے۔" جیم نے عماد کی خفیف سی مسکراہٹ کو نظر انداز کرتے کہا۔

"اب ہمیں ایک پلین کی ضرورت ہے۔ آپ سب اپنی اپنی رائے دینے کے لیے آزاد ہیں آپ کی رائے لینے کے بعد

ایک آخری فیصلہ ہو گا جو میرا ہو گا۔" عماد نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر وہ چپ ہو گیا۔ وہ انہیں کیسے پکارے

یلدرم بھائی کہے یا باس؟ وہ اپنی کرسی کھینچے ان کے قریب گیا۔

"کیا میں آپ کو بھائی کہہ سکتا ہوں؟" اس نے بے حد دھیمی آواز میں پوچھا۔

"نہیں!" ایک صاف ستھرا سا جواب اس کے منہ پر مارا گیا۔ وہ بہت ضبط کرنا سیدھا ہوا۔

"کیا میں رائے دے سکتا ہوں؟" اب کہ اس نے سب کے سامنے کہا۔

"بولو!"

"میرے خیال میں ہمیں لڑکی اغوا کر لینی چاہیے۔" سب نے اس کی طرف یوں دیکھا جیسے اس نے کوئی ناقابلِ معافی جرم سرزد دیا ہو۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔" یلدرم نے کہا اور سب نے اس پر سے ایسے نظریں ہٹائیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔



سن 2013

وہ کچن میں کھانا بنا رہی تھی جب اس کا موبائل بجا۔ اس نے دیکھا فون اس کے بابا کا تھا۔ اس نے موبائل سپیکر پر کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔

"اسلام علیکم باباجان۔"

"وعلیکم اسلام! کیسی ہو بیٹی؟"

"اللہ کا شکر ٹھیک، آپ سنائیں؟"

"میں ٹھیک نہیں ہوں بیٹے۔" وہ ٹھٹھکی۔

"کیا ہو باباجان؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"عائشہ تمہارا بھائی اسماعیل اور تمہاری بھابھی عشرت۔۔۔" رک رک کر بول رہے تھے۔

"باباجان بتائیں کیا ہوا؟" وہ بے چین ہوئی۔

"ان کے ساتھ بہت بڑا حادثہ ہو گیا۔" فون سے نکلتی آواز میں افسردگی تھی۔

"کیسا حادثہ؟" اس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

"ایکسٹینٹ۔ اور وہ دونوں موقع پر ہی۔۔۔ اپنا دم توڑ بیٹھے۔۔۔" شاید وہ رورہے تھے۔ عائشہ کے کام کرتے ہاتھ تھم گئے۔ وہ پوری کی پوری تھم گئی۔

"غزل کیسی ہے؟" اس نے بامشکل الفاظ ادا کیے۔

"وہ صدمے میں ہے۔ کچھ نہیں بول رہی۔ ایک آنسو نہیں بہایا اس نے۔"

"میں آرہی ہوں باباجان۔۔۔ میں آرہی ہوں۔۔۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔ اسماعیل اس کا سوتیلا بھائی تھا مگر بھائی تو بھائی ہوتے ہیں۔

وہ روتے روتے عماد کے کمرے تک گئی۔ عماد اپنی ماں کو یوں دیکھ کر یک دم پریشان ہو گیا۔

"عماد مجھے جانا پڑے گا۔ میں تمہیں ساتھ نہیں لے جاسکتی۔" اس کے آنسو اب بھی خشک نہیں ہوئے تھے۔

"ماما میں رہ لوں گا اکیلے۔ آپ میری فکر مت کریں۔ آپ جائیں۔" اس نے اپنی ماں کو تسلی دی۔

"میں تمہیں نازیہ کے گھر چھوڑ جاتی ہوں۔ تم کچھ دن ان کے پاس رہ لو۔"

"ٹھیک ہے میں رہ لوں گا۔"

---☆☆☆---

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگلی صبح وہ سب وقت پر پہنچ چکے تھے۔ جیم اور ایمان نے بڑی بڑی الیکٹرونک سکریز کے سامنے پڑی کرسیاں سنبھال

لی تھیں جو انہیں کے لیے رکھی گئی تھی۔ وہ آج سیاہ شرٹ اور جینز کے ساتھ گھٹنوں تک آتے گرے کوٹ میں ملبوس

تھا۔ وہ جیم کے ساتھ رکھی کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا۔

"عماد وہ گھر سے نکل چکی ہے۔" عماد نے موبائل جیب میں اڑسا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"یوسف۔۔۔ چلیں۔" یوسف اور وہ ایک ساتھ گاڑی میں سوار ہوئے۔

اس نے گاڑی مطلوبہ جگہ پر روکی اور باہر آیا۔ اس نے یوسف کو اشارہ کیا۔ یوسف نے سر کو خم دیا۔ یوسف چلتا ہوا سڑک کے پاس کھڑے اس آدمی تک گیا۔

"سلام دوست!" اس آدمی نے چونک کر یوسف کو دیکھا۔

"سلام!" وہ اجنبیت سے یوسف کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"آپ علی بے ہیں؟"

"نہیں۔۔۔"

"آپ علی بے نہیں ہیں۔۔۔؟"

"نہیں بھائی۔۔۔"

"آپ علی بے کو جانتے ہیں؟"

"نہیں میں کسی علی بے کو نہیں جانتا۔" یوسف نے اسے جان بوجھ کر الجھایا ہوا تھا۔ یوسف نے ایک لاپرواہ سی نظر سامنے سڑک پر ڈالی۔ اس نے گرے کوٹ والا لڑکا گاڑی میں سوار ہوتے دیکھا۔ یوسف کا کام ہو چکا تھا۔ اس نے آدمی سے معذرت کی اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

جیسے ہی گاڑی اس کے قریب رکی وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھا۔ اس نے پیچھے کمر پر اڑسی پستول نکلنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ڈرائیو کرتی اس لڑکی نے پستول اس پر باندھ لی۔ اسے گاڑی میں کسی کی دبی دبی سی آواز آئی۔ اس نے ذرا سی گردن موڑ کر دیکھا پچھلی سیٹ پر ایک لڑکی بندھے ہاتھوں کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں کو ٹیپ لگا کر بند کیا گیا تھا۔ عماد نے گردن واپس موڑی۔ اس کی نظر اس لڑکی پر پڑی۔ اس لڑکی کے سرخ و سفید چہرے پر بڑے سے سن گلاسز لگے تھے۔

"کون ہو تم؟" عماد نے پوچھا مگر وہ چپ چاپ ڈرائیو کرتی رہی۔ اس نے مطلوبہ جگہ پر گاڑی روکی۔

"نیچے اترو اور کوئی ہوشیاری مت کرنا!" اندازہ لگانا مشکل تھا کہ زیادہ خوبصورت وہ خود تھی یا اس کی آواز۔

عماد ماتھے پر بل لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ گاڑی سے نیچے اترے۔ اس نے سیاہ لچک دار جینز پر گھٹنوں تک آتا سفید ہائی نیک ٹاپ پہن رکھا تھا۔ پیروں میں سیاہ لہنگل ہیل بوٹ تھے، چہرے پر گلاسز تھیں اور بھورے بال

کھلے چھوڑ رکھے تھے۔ اس کی پستول عماد کے ماتھے کے قریب تنی ہوئی تھی۔ عماد کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اس کی شہد رنگ آنکھوں میں غصہ اتر اہوا تھا۔

گاڑی کی آواز سنتے ہی جیم اور یلدرم باہر آئے۔ باہر کا منظر دیکھ کر جیم ہکا بکارہ گیا۔ ایک لڑکی عماد پر پستول تانے کھڑی تھی۔ جیم کے برعکس یلدرم پر سکون تھے۔ اس لڑکی کی نظریلدرم پر پڑی۔ یلدرم مدہم سا مسکرائے۔ عماد نے یکسر اس مسکراہٹ کو بڑے غور سے دیکھا تھا۔ اس لڑکی نے پستول والا ہاتھ نیچے کر لیا۔  
"آپ جانتے ہیں اسے؟ کون ہے یہ؟" عماد نے ویسے ہی ماتھے پر بل لیے کہا۔ وہ مسکرائے اور بولے۔  
"غزل اسماعیل!"

---☆☆☆---

جاری ہے۔۔۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE



سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب